اوّل ایڈیشن: جُمادی الاُولیٰ 1442ھ/ جنوری 2021

ایصالِ ثواب کے بنیادی احکام سے آگہی حاصل کرنے کے لیے ایک عام فہم رسالہ

ایصالِ ثواب شریعت کے مطابق کیجیے!!

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

فہرست

ایصالِ ثواب کا حکم:

کسی زندہ یا فوت شدہ مسلمان بھائی کے لیے ایصالِ ثواب کرنا شریعت کی نگاہ میں ایک بہترین عمل ہے، اس سے اس کو فائدہ پہنچتا ہے، یہی اہل السنۃ والجماعۃ کا مذہب ہے، اس لیے اس کا انکار کرنا ہرگز درست نہیں۔

ایصالِ ثواب سے متعلق ایک اہم شرعی اصول:

ایصالِ ثواب کے لیے نہ تو کوئی عمل خاص ہے، نہ کوئی چیز خاص ہے، نہ کوئی دن خاص ہے اور نہ ہی کوئی مہینہ خاص ہے، بلکہ سال بھر میں کسی بھی دن کسی بھی نیک عمل کا ایصالِ ثواب کیا جا سکتا ہے۔ البتہ فرائض وواجبات کے ایصالِ ثواب کے بارے میں دو آرا ہیں، بعض اہلِ علم منع فرماتے ہیں جبکہ بعض درست قرار دیتے ہیں، اس لیے فرائض وواجبات کا ثواب دوسروں کو بخشنے کی گنجائش موجود ہے، البتہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ یہ اختلاف ذکر کرکے فرماتے ہیں کہ: ’’میرے نزدیک احتیاط اسی میں ہے کہ فرض کا ثواب کسی کو نہ بخشے۔‘‘ (امداد الفتاویٰ)

ایصالِ ثواب کی وسعت اور آسانی:

ایصالِ ثواب ہر قسم کی مالی اور بدنی عبادت کا کیا جا سکتا ہے، اس میں بڑی وسعت اور سہولت ہے، جیسے: ذِکر کرلیا، تسبیحات پڑھ لیے، درود شریف پڑھ لیا، استغفار کرلیا، تلاوت کرلی، اس میں بھی مکمل قرآن کریم ختم کرنا ضروری نہیں بلکہ جتنا سہولت سے ہوسکے تلاوت کرکے ایصالِ ثواب کیا جا سکتا ہے، نفل نماز پڑھ لی، حج کرلیا، عمرہ کرلیا، صدقہ دے دیا، درخت لگا لیا، مدرسہ، مسجد، ہسپتال یا کنواں تعمیر کرلیا، مسجد میں بوقتِ ضرورت قرآن کریم رکھ دیے، طالب علم کو دینی کتب دے دی، کسی مقروض کا قرض ادا کردیا، ضرورت مند کی مدد کردی، مدارس میں تعاون کردیا، دینی کتاب تصنیف کردی، الغرض ہر نیکی کا ایصالِ ثواب کیا جا سکتا ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ایصالِ ثواب کو شریعت نے بہت ہی آسان رکھا ہے کہ نہ تو اس میں مال ضروری ہے، نہ قرضہ لینا، نہ بوجھ سہنا، نہ مشقت جھیلنا اور نہ پریشان ہونا، بلکہ نہایت ہی سہولت سے ایصالِ

ثواب کیا جاسکتا ہے۔ باقی یہ ساری تنگیاں تو ہم نے اپنی طرف سے بنار کھی ہیں۔

ایصالِ ثواب کے لیے صدقہ جاریہ پر مشتمل عمل کا انتخاب:

ما قبل کی تفصیل کے مطابق تو ایصالِ ثواب ہر نیک عمل کا کیا جاسکتا ہے، البتہ اس کے لیے عام حالات میں بہتر یہ ہے کہ کسی ایسے نیک عمل کا انتخاب کیا جائے جس کا ثواب جاری رہتا ہو جیسے مسجد، مدرسے اور ہسپتال کی تعمیر میں حصہ لے لیا، کنواں تعمیر کرلیا، کسی طالب علم کے لیے دینی کتب خرید لیں، کنواں کھدوا دیا اور دینی کتاب تصنیف کرلی وغیرہ۔

ہر ایک کو پورا پورا ثواب ملتا ہے!

اگر کسی نیکی کا ایصالِ ثواب ایک سے زائد یا تمام زندہ اور فوت شدہ مسلمانوں کو کیا جائے تو ایسی صورت میں اس نیکی کا ثواب ہر مسلمان کو پورا پورا پہنچتا ہے اور ایصالِ ثواب کرنے والے کے ثواب میں کوئی کمی بھی نہیں آتی۔

ایصالِ ثواب کی قبولیت کے لیے دو اہم اصول:

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایصالِ ثواب کی قبولیت کے لیے دو بنیادی اصول درج ذیل ہیں:

1۔ ایصالِ ثواب اخلاص کے ساتھ ہو کہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کیا جائے، اس میں ریاکاری اور نام ونمود کا جذبہ نہ ہو۔

2۔ ایصالِ ثواب شریعت کی تعلیمات کے مطابق کیا جائے، اس کے لیے خود ساختہ طریقے ایجاد نہ کیے جائیں۔

ان دو باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی نہ پائی گئی تو وہ ایصالِ ثواب اللہ تعالیٰ کے ہاں قبولیت نہیں پاسکتا، جس کے نتیجے میں نہ تو اس عمل کرنے والے کو ثواب مل سکتا ہے اور نہ ہی یہ کسی دوسرے کو بھیجا جاسکتا ہے، بلکہ ایسا کرنے والا گناہ گار ٹھہرتا ہے۔

ایصالِ ثواب سے متعلق مروّجہ غلطیاں:

آجکل ایصالِ ثواب کے نام پر لوگوں نے طرح طرح کی بدعات ورسومات ایجاد کرلی ہیں، بہت سے لوگ محض نام ونمود کے لیے ایصالِ ثواب کرتے ہیں تاکہ لوگوں میں شہرت اور نیک نامی ہوسکے یا "لوگ کیا کہیں گے" کے اذیت ناک انجام سے بچا جاسکے، جبکہ بہت سے لوگ شریعت کی تعلیمات سے ہٹ کر اپنے خود ساختہ طریقے سے ایصالِ ثواب کرتے ہیں، اور اس ساری صورتحال کے نتیجے میں "نیکی برباد، گناہ لازم" کا معاملہ پیش آتا ہے، کیوں کہ ایصالِ ثواب تو کسی نیکی ہی کا ہوسکتا ہے اور اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ نیکی شریعت میں معتبر ہو، اور شریعت کی نگاہ میں وہی نیکی معتبر ہوتی ہے جو اخلاص کے ساتھ شریعت کی تعلیمات کے مطابق کی جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی بدعت کا ارتکاب کرکے تو ایصالِ ثواب نہیں کیا جاسکتا!! کیوں کہ بدعت تو گناہ ہے اور گناہ کا ایصالِ ثواب کیسے ہوسکتا ہے!!

اس لیے ایصالِ ثواب بھی وہی معتبر ہے جو اخلاص کے ساتھ شریعت کے مطابق کیا جائے۔

ایصالِ ثواب کی بدعات ورسومات:

آجکل ایصالِ ثواب کے نام پر متعدد غیر شرعی باتیں رائج ہیں جن سے اجتناب کرنا ضروری ہے، جیسے:

- ایصالِ ثواب کے لیے دن یا مہینہ خاص کرکے اسے لازم سمجھنا یا اس کا خصوصی اہتمام کرنا بدعت کے زمرے میں آتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ایصالِ ثواب کے نام پر رائج تیجہ، سوئم، ہفتم، جمعہ، چالیسواں، چہلم، برسی؛ سب کے سب بدعت اور گناہ ہیں۔ اسی طرح ایصالِ ثواب کے لیے محرم، رجب یا کسی اور مہینے کو خاص کرنا بھی بدعت اور ناجائز ہے۔
- ایصالِ ثواب کے لیے کوئی چیز یا عمل خاص کرکے اسے لازم سمجھنا یا رسم بناکر اس کا خصوصی اہتمام کرنا بھی بدعت کے زمرے میں آتا ہے، اس لیے ایصالِ ثواب میں بکرا ذبح کرنے، چولے پکانے، خیرات کرنے، دیگیں چڑھانے اور ان جیسے دیگر امور کو لازم سمجھنا اور ان کو رسم بناکر خصوصی اہمیت دینا بھی بدعت اور ناجائز ہے۔

- ایصالِ ثواب کے لیے مدرسے کے بچوں کو یا دیگر لوگوں کو جمع کر کے اجتماعی قرآن خوانی کرنا بھی بدعت ہے جس کی تفصیل آگے مستقل طور پر ذکر کی جائے گی ان شاءاللہ۔
- آجکل ایصالِ ثواب اس لیے بھی کیا جاتا ہے تاکہ نام ونمود ہو اور لوگوں کی ملامت سے بچا جا سکے، ورنہ تو لوگ کہیں گے کہ والد صاحب فوت ہو گئے اور ایک دیگ چاول بھی خیرات نہ کیا، یہ کیسی اولاد ہے!! ظاہر ہے کہ اس نیت سے ایصالِ ثواب کرنا ہی ناجائز ہے۔

کسی چیز کو ضروری سمجھنے کا معیار:

جب کسی عمل سے متعلق لوگوں سے یہ کہا جائے کہ آپ لوگ اسے لازم سمجھتے ہیں اس لیے یہ ناجائز اور بدعت ہے، تو لوگ محض منہ زبانی یہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم تو اسے ضروری نہیں سمجھتے! تو اس حوالے سے عرض یہ ہے کہ کسی چیز کو ضروری سمجھے جانے کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ:

- لوگ اس چیز کو چھوڑنے پر ملامت کرتے ہوں۔
- لوگ اس چیز کو ترک کرنے کو تیار نہ ہوں۔

یہ علامت ہے اس بات کی کہ لوگ اس چیز اور کام کو ضروری سمجھتے ہیں، بھلے وہ منہ زبانی یہ دعویٰ کریں کہ ہم تو اسے ضروری نہیں سمجھتے۔

رسم بن جانے والی ایصالِ ثواب کی مروّجہ صورتوں سے اجتناب کیجیے!

ایصالِ ثواب کی وہ شکلیں جو کہ اپنی ذات میں جائز ہیں لیکن موجودہ صورتحال میں وہ رسم بن چکی ہیں اور انھیں نام ونمود کے جذبے کے تحت کیا جاتا ہے اُن سے اجتناب کرنا بہتر معلوم ہوتا ہے کیوں کہ ان میں ایک قباحت تو وہی ہے کہ یہ رسم بن چکی ہیں، دوسری یہ کہ ان میں خلوص کا مطلوبہ جذبہ نہیں پایا جاتا، تیسری یہ کہ ان میں سے متعدد چیزیں ثابت بھی نہیں، چوتھی یہ کہ انھیں ضروری سمجھا جانے لگا ہے۔ جیسے مثال کے طور پر ایصالِ ثواب کے لیے دیگیں لا کر خیرات کرنے کی رسم ہے کہ یہ اپنی ذات میں جائز ہے لیکن اس میں متعدد غیر

شرعی باتیں اور قباحتیں داخل ہو چکی ہیں، اس لیے جب تک یہ قباحتیں ختم نہ ہوں تب تک انھیں ترک کرنے ہی میں احتیاط ہے، البتہ اگر کہیں یہ قباحتیں موجود نہ ہوں تو ایصالِ ثواب کی ان جائز صورتوں کو اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ حاصل یہ کہ ایصالِ ثواب کی ان مروجہ رسم بن جانے والی شکلوں کی جگہ وہ نیک اعمال ایصالِ ثواب کیجیے جن میں خلوص زیادہ پایا جاسکتا ہو اور جو شریعت کی نگاہوں میں درست ہوں۔

ایصالِ ثواب کے نام پر بدعات کا ارتکاب کیوں؟

جب ایصالِ ثواب سے مقصود دوسروں کو ثواب پہنچانا ہے تو پھر اس کے لیے خود ساختہ اور غیر شرعی طریقے کیوں اختیار کیے جاتے ہیں؟؟ بدعات اور رسومات کا ارتکاب کیوں کیا جاتا ہے؟؟ حالاں کہ یہ تو واضح سی بات ہے کہ ایصالِ ثواب میں ثواب تبھی پہنچ سکتا ہے جب وہ اخلاص کے ساتھ شریعت کی تعلیمات کے مطابق ہو۔ کیا اللہ کو ناراض کر کے ایصالِ ثواب کیا جاسکتا ہے؟؟ جب ایسا نہیں ہو سکتا تو پھر ایصالِ ثواب کے لیے شریعت کی تعلیمات کو مد نظر کیوں نہیں رکھا جاتا؟؟ گویا کہ مقصود ایصالِ ثواب نہ ہوا بلکہ نام و نمود ہوا، ورنہ تو جس کا مقصود ایصالِ ثواب ہو وہ تو بدعات ورسومات کا کبھی ارتکاب نہیں کرتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نام نمود کے جذبے سے یا غیر شرعی طریقے سے ایصالِ ثواب کرنے والا اپنے فوت شدہ مرحومین کا خیر خواہ نہیں ہو سکتا!

ایصالِ ثواب کے نام پر مروّجہ بدعات کے نقصانات:

آجکل ایصالِ ثواب کے نام پر جو بدعات ورسومات جاری ہیں ان کے نقصانات بہت زیادہ ہیں جیسے:

- شریعت کی خلاف ورزی۔
- بدعات ورسومات کا ارتکاب۔
- بدعات ورسومات کو قوت پہنچانا۔
- مال کا ضیاع۔

- گناہ کا ارتکاب۔
- اللہ تعالیٰ کی ناراضگی۔
- ایصالِ ثواب کا بے فائدہ ہونا کہ اس میں دوسروں کو ثواب پہنچتا ہی نہیں۔ وغیرہ

ایصالِ ثواب کے لیے چند چیزوں کی تخصیص کیوں؟؟

جب شریعت نے ایصالِ ثواب میں اس قدر وسعت دی ہے کہ نہ کوئی عمل خاص کیا ہے، نہ کوئی چیز، نہ کوئی دن، نہ کوئی مہینہ، تو اس کے باوجود بھی ہم اس کو چند چیزوں اور چند دنوں کے ساتھ خاص کیوں کرتے ہیں؟؟ یہ تنگی ہماری طرف سے ہے!

مروّجہ بدعات کا بوجھ اور افسوس ناک صورتحال:

ایصالِ ثواب کی مروجہ بدعات ورسومات میں متعدد خرابیوں کے ساتھ ساتھ اس کی ایک بڑی خرابی یہ بھی ہے کہ ان کے لیے باقاعدہ قرض بھی لیا جاتا ہے، اپنے اوپر بوجھ بھی برداشت کیا جاتا ہے، واضح رہے کہ یہ شریعت کا ہرگز تقاضا نہیں بلکہ اس کے پیچھے بھی عموماً نام ونمود کا جذبہ اور لوگوں کی ملامت سے بچنے کا خوف کارفرما ہوتا ہے۔ اور تعجب یہ ہے کہ شریعت نے جن جن امور کا حکم دیا ہے ان کے لیے تو کبھی قرض نہیں لیا جاتا بلکہ قرض لینا تو بڑی بات، اپنے پاس وسعت ہونے کے باوجود بھی ان احکامات پر عمل نہیں کیا جاتا، کتنے لوگ ہیں جو زکوٰۃ کے حکم پر عمل کرتے ہیں، حج ادا کرتے ہیں، قربانی کرتے ہیں!! بلکہ ایسے احکامات کے لیے ہمارے پاس خودساختہ بہانے بہت ہوا کرتے ہیں، کاش کہ ایسے بہانے ہمارے پاس ان رسومات اور غیر شرعی اعمال کے لیے بھی ہوا کریں تو کیا ہی اچھا ہے!!

”لوگ کیا کہیں گے“ کا خوف:

ایصالِ ثواب کی مروجہ بدعات سے متعلق بہت سے لوگ یہ کہتے ہیں کہ اگر ہم یہ نہیں کریں گے تو لوگ کیا کہیں گے، لوگ ہمیں طعنے دیں گے، ملامت کریں گے، تو اس حوالے سے مفصل تحریر لکھنے کا ارادہ ہے

ان شاء اللہ، البتہ اس حوالے سے چند باتیں ذکر کی جاتی ہیں تاکہ اس خوف کے خاتمے کے لیے مفید ثابت ہوں:

- پہلی بات یہ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنے اُن پیارے بندوں کی صفات بیان فرمائی ہیں جن سے اللہ محبت کرتا ہے اور جو اللہ سے محبت کرتے ہیں، ان میں سے ایک صفت یہ بھی بیان فرمائی ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی کوئی پرواہ نہیں کرتے۔ دیکھیے سورۃ المائدہ آیت نمبر 54:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَاۗىِٕمٍ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭوَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ. (54)

یہ آیت بہت بڑا سبق ہے ہر مسلمان کے لیے کہ اللہ کے معاملے اور اللہ کے دین کے معاملے میں کسی ملامت کی پرواہ ہرگز نہیں کرنی چاہیے۔

- دوسری بات یہ کہ اگر خاندان اور معاشرے کے تمام افراد یہ تہیہ کرلیں کہ یہ غیر شرعی رسومات اور بدعات سے بالکلیہ اجتناب کرنا ہے جیسا کہ ان کی ایمانی غیرت اور سنت سے محبت کا تقاضا بھی ہے تو پھر یہ خوف ہی ختم ہو جائے گا۔

- تیسری بات یہ کہ اگر انصاف کی نگاہ سے دیکھا جائے تو یہ لوگ ہیں کون جو اس قدر طاقتور اور مؤثر ہیں جو ہمارے معاملات پر بھی اثرانداز ہو رہے ہیں، ہمیں ان سے خوف بھی ہیں، ہمیں ہر معاملے میں حتی کہ دین سے بھی زیادہ ان کی رعایت کرنی پڑتی ہے؟؟ تو اگر غور کیا جائے تو وہ ہم ہی لوگ ہیں، کیوں کہ ہوتا یوں ہے کہ اگر کوئی دوسرا یہ غیر شرعی رسومات نہیں کرتا تو ہم ان کے خلاف باتیں کرتے رہتے ہیں، ان کو ملامت کرتے ہیں اور جب ہم ایسے رسومات نہیں کرتے تو وہ لوگ ہمیں ملامت کرتے ہیں، ہمارے خلاف پروپیگنڈے کرتے ہیں۔ گویا کہ حقیقی مجرم ہم ہی ہیں، اور ان رسومات کے خاتمے میں اصل رکاوٹ ہم ہی ہیں۔

ایصالِ ثواب کی نیت سے اجتماعی قرآن خوانی کا حکم:

آجکل ایصالِ ثواب کی نیت سے اجتماعی قرآن خوانی کا بھی عام سا رواج ہے جو کہ ایک بُری رسم کی صورت اختیار کر چکی ہے، واضح رہے کہ یہ متعدد وجوہات کی وجہ سے ناجائز ہے۔ ذیل میں اس سے متعلق جامعہ دارالعلوم کراچی کے دو فتاویٰ ذکر کیے جاتے ہیں:

- **فتویٰ 1:**

"قرآن مجید کی تلاوت ایک اہم عبادت اور بہت زیادہ باعثِ ثواب ہے اور یہ عبادت اجتماعًا بھی جائز ہے اور انفرادًا بھی، شریعت نے اس کی کوئی خاص صورت وہیئت متعین نہیں کی۔ آداب وشرائط کے ساتھ قرآن مجید کی تلاوت ثواب ہی ثواب ہے، البتہ موجودہ دور میں اجتماعی قرآن خوانی کی جو صورت لوگوں نے متعیّن کرلی ہے وہ کئی منکَرات پر مشتمل ہوگئی ہے:

(الف)۔۔لوگوں نے خوشی اور غم کے موقعوں پر انفرادی تلاوت کو بِالعموم ترک کردیا ہے اور اجتماعی قرآن خوانی کے بغیر تلاوت نہیں کرتے۔

(ب)۔۔جو حضرات جمع ہوتے ہیں، ان میں سے بعض تو قرآن خوانی میں اس نیت سے شریک ہوتے ہیں کہ اگر شریک نہ ہوئے تو دعوت دینے والے ناراض ہونگے، بعض کی نیت میل ملاقات، اور بعض کی نیت صرف کھانے پینے کی اور بعض کی قرآن خوانی پر اُجرت لینے کی ہوتی ہے، ایسی صورت میں پڑھنے والے ہی کو ثواب نہیں ملتا تو ایصالِ ثواب کیسا!...

(ج)۔۔قرآن مجید پڑھوانے والے اکثر اس قرآن خوانی میں شریک نہیں ہوتے، انتظامات میں مصروف رہتے ہیں، انہیں قرآن مجید پڑھنے کا موقع ہی نہیں ملتا، اور جو پڑھتے ہیں ان میں اخلاص سے اور محض ثواب کی نیت سے پڑھنے والے بہت کم ہوتے ہیں۔

اس لیے اجتماعی قرآن خوانی کا موجودہ رسمی طریقِ کار ٹھیک نہیں، بہتر یہ ہے کہ اپنے طور پر قرآن مجید

پڑھنے اور انفرادی طور پر ایصالِ ثواب کا اہتمام کیا جائے۔"(مأخذہ تبویب: الف218/42)

• فتویٰ 2:

" ایصالِ ثواب اور خیر و برکت کے لیے قرآن مجید کی تلاوت بلاشبہ بہت اہمیت کی حامل ہے، مگر اجتماعی قرآن خوانی مندرجہ ذیل مفاسد کی بنا پر ناجائز ہے:

(۱)۔۔جمع ہو کر قرآن پڑھنا نہ فرض ہے، نہ واجب، زیادہ سے زیادہ ایک نفل کام ہے اور نفل کام کے لیے لوگوں کو زبردستی جمع کرنا، نہ آنے پر اعتراض ہونا، دل میں کدورت پیدا ہونا؛ یہ شریعت کی اصطلاح میں "تداعی" کہلاتا ہے جو کہ پسندیدہ نہیں۔

(۲)۔۔اس اجتماعی قرآن خوانی میں شرکت بطورِ دکھاوے کے ہوتی ہے، خالص اللہ کے لیے نہیں ہوتی، ورنہ اس اجتماع کی کیا ضرورت! انفراداً ایصالِ ثواب میں اس سے زیادہ ثواب ہے۔

(۳)۔۔اس اجتماعی قرآن خوانی میں چونکہ پورے قرآن مجید کے ختم کرنے کی پابندی ہوتی ہے، جس کی وجہ سے بعض اوقات قرآن کے الفاظ کی تجوید کے مطابق صحیح مخارج سے ادائیگی نہیں ہوتی۔

(۴)۔۔سب مل کر قرآن مجید پڑھتے ہیں لیکن سجدۂ تلاوت کوئی نہیں کرتا۔

(۵)۔۔اس میں اکثر نام و نمود پایا جاتا ہے۔

(۶)۔۔کھانے اور شیرینی کی پابندی بھی اس اجتماعی قرآن خوانی کا ایک لازمی حصہ بن چکی ہے، اگر کوئی انتظام نہ کرے تو اس پر اعتراض ہوتا ہے، لعنت و ملامت کی جاتی ہے، حالانکہ فقہاء کرام رحمہم اللہ نے لکھا ہے کہ اگر ایصالِ ثواب کے لیے قرآن مجید کی تلاوت کی جائے تو اس پر اُجرت لینا جائز نہیں۔

البتہ ان مذکورہ بالا مفاسد میں سے کوئی خرابی نہ ہو اور گھر کے لوگ جمع ہو کر قرآنِ کریم پڑھ کر دعا کر لیں تو اس میں کوئی حرج نہیں، بلکہ یہ جائز ہے۔" (مأخذہ تبویب: ۱۳۳۹/۹۶)

اجتماعی قرآن خوانی سے متعلق ایک مفید تفصیل:

مروّجہ قرآن خوانی سے متعلق استاد محترم حضرت اقدس مفتی عبد الرؤف سکھروی صاحب دام ظلہم فرماتے ہیں:

اجتماعی قرآن خوانی کا رواج:

اس سلسلے میں اس وقت میں ایک ایسی بات کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں جس کا آج ہمارے معاشرے میں بہت زیادہ رواج ہے لیکن سنت میں اس کی یہ شکل وصورت نظر نہیں آتی، وہ یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں جب کسی شخص کا انتقال ہو جاتا ہے تو قبرستان ہی میں دفن کے بعد اس کے لیے قرآن خوانی کا اعلان ہوتا ہے بلکہ بعض اوقات اخبارات میں بھی یہ اطلاع دی جاتی ہے کہ فلاں شخص کی قرآن خوانی فلاں جگہ پر فلاں تاریخ کو فلاں وقت ہو گی، اور پھر لوگ دور دراز سے سفر کر کے اس اجتماعی قرآن خوانی میں شرکت کا بطور خاص اہتمام کرتے ہیں، بلکہ بعض جگہ تو اس کا رواج اتنا زیادہ ہو گیا ہے کہ ہر محلے میں مکان در مکان نمبر وار یہ سلسلہ اس طرح چلتا رہتا ہے کہ اس جمعہ کو فلاں مکان میں اجتماعی قرآن خوانی ہو گی، دوسرے جمعہ کو فلاں مکان میں ہو گی اور تیسرے جمعہ کو تیسرے مکان میں ہو گی، یوں ایک مسلسل سلسلہ چل رہا ہے جو ختم ہونے کو نہیں آتا۔

قرآن خوانی کا چلہ اور دعوت:

جب کسی محلے میں ایک شخص کا انتقال ہوتا ہے تو بعض جگہ چالیس دن تک پورے محلے میں مکان در مکان قرآن خوانی کا سلسلہ چلتا رہے گا، اس دوران اگر دوسرے شخص کا انتقال ہو جائے تو دوسرا چلہ شروع ہو جائے گا، چالیسویں دن جا کر اس کا اختتام ہوتا ہے اور چالیسویں دن خاص طور پر محلے والوں کو بلانے اور خصوصی اجتماع اور کھانے پینے کا اہتمام ہوتا ہے جس میں تمام محلے والے ضرور جمع ہوتے ہیں اور اس طرح چالیسویں دن قرآن خوانی اور ایک شاندار دعوت پر اس کے انتقال کی خوشی اختتام پذیر ہوتی ہے۔

رواجی قرآن خوانی ثابت نہیں:

جب ہم اس اجتماعی اور رواجی قرآن خوانی پر غور کر کے اور اس کے اندر جو چیزیں پائی جاتی ہیں اُن کا تصور کر کے حضور ﷺ کی حیاتِ طیّبہ اور صحابہ کرام کی زندگیوں میں اور ان کی تعلیمات میں تلاش کرتے ہیں تو اس رائج الوقت صورت حال کے ساتھ اس کا کہیں سراغ نظر نہیں آتا، اگر واقعی یہ کوئی پسندیدہ اور مسنون عمل ہوتا تو ظاہر ہے کہ حضور اقدس ﷺ خود اس کا اہتمام فرماتے، حالانکہ آپ کے سامنے آپ کے بہت سے پیارے پیارے صحابہ کرام کا انتقال ہوا، آپ کی بعض ازواج مطہرات کا انتقال ہوا، آپ کی اکثر بیٹیوں کا انتقال ہوا، آپ کے صاحبزادوں کا انتقال ہوا اور آپ کے قریب ترین عزیزوں کا انتقال ہوا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، لیکن ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ملتا جس میں آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو باقاعدہ اعلان کر کے کہیں جمع ہونے کے لیے کہا ہو کہ میرے فلاں عزیز کا انتقال ہو گیا ہے، آپ سب لوگ مسجد نبوی میں جمع ہو جائیں اور وہاں ہم سب اکھٹے ہو کر قرآن شریف ختم کریں گے اور ان کے لیے ایصالِ ثواب کریں گے، ایسا کوئی عمل نہیں ملتا، اور جب حضور ﷺ کی زندگی میں ایسا عمل نہیں ملتا تو بعد کے زمانے میں بھی ملنا مشکل ہے، اسی لیے حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور حضرات تابعین رحمہم اللہ کے زمانے میں بھی ایسا کوئی عمل نہیں ملتا جس کو ہم سند کے طور پر پیش کر سکیں کہ ہمارا یہ عمل حضور ﷺ کے اس ارشاد کی روشنی میں ہے یا چونکہ حضور ﷺ نے ایسا کیا تھا لہٰذا ہم بھی ایسا کر رہے ہیں، مگر ایسا کہیں نہیں ملتا، اسی طرح حضرات خلفاء راشدین اور تابعین و تبع تابعین کے زمانے میں بھی ایسا کوئی عمل نہیں ملتا، اور جب نہیں ملتا تو خود بخود یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ طریقہ بعد کے لوگوں نے بنایا ہے اور جو طریقہ بعد کے لوگ از خود بنائیں جس کی سند اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے نہ ملتی ہو تو اس میں یہ بات نمایاں طور پر نظر آتی ہے کہ چونکہ سنت کا رنگ اس کے اندر نہیں ہے اس لیے اس کے اندر بہت سے کام ایسے نظر آئیں گے جو شریعت کی واضح ہدایات کے خلاف ہوں گے، چنانچہ جب ہم اس مروجہ قرآن خوانی میں غور کرتے ہیں تو اس میں بہت سی ایسی باتیں نظر آتی ہیں جو شریعت کے خلاف ہیں۔

مرّوجہ قرآن خوانی کی خرابیاں:

مثلاً پہلی بات تو یہ ہے کہ اس طرح جمع ہو کر قرآن شریف پڑھنا زیادہ سے زیادہ ایک نفل کام ہے، نہ فرض ہے، نہ واجب ہے اور نہ سنت ہے، اور نفل کام کے لیے لوگوں کو زبردستی اکٹھا کرنا، جمع کرنا، بلانا، اور جمع نہ ہونے پر اعتراض ہونا اور دل میں کدورت پیدا ہونا کہ صاحب! ہم نے آپ کو بلایا تھا مگر آپ نے شرکت نہیں کی، یہ عمل شریعت کے اندر ناپسندیدہ ہے، شریعت کی اصطلاح میں اس کو "تداعی" کہا جاتا ہے، یعنی ایک وہ عمل جو شرعًا نہ فرض ہے اور نہ واجب ہے لیکن اس کے لیے لوگوں کے جمع ہونے کو اتنی اہمیت دیں کہ اگر وہ شرکت نہ کریں تو اس کی وجہ سے ان کی طرف سے دل میں کدورت پیدا ہو، اس پر اعتراض پیدا ہو اور ان کو اس پر طعنہ دیا جائے کہ آپ نے شرکت کیوں نہیں کی؟ اور اگر اس کو کوئی عذر ہو تو وہ عذر بھی ہمارے نزدیک قابل قبول نہ ہو، لہذا یہ عمل شریعت میں ناپسندیدہ ہے، اس لیے کہ جب شریعت نے اس کو فرض و واجب اور ضروری قرار نہیں دیا تو تم نے اس کو فرض و واجب کا درجہ کیوں دے دیا؟ [مزید تفصیل کے بعد فرماتے ہیں:]

صحیح قرآن خوانی کی تین شرطیں:

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ یاد آ گیا، یہ واقعہ آپ کے ایک شاگرد نے سنایا کہ حضرت تھانوی رحمۃاللہ علیہ جب کانپور میں مدرّس تھے تو ایک روز ہم لوگ حضرت تھانوی رحمۃاللہ علیہ کی خدمت میں سبق پڑھنے کے لیے حاضر ہوئے تو دیکھا کہ حضرت والا بہت مغموم بیٹھے ہیں، طبیعت پر غم کے آثار ہیں اور افسردگی ہے، ہم نے پوچھا کہ حضرت! کیا بات ہے؟ آپ اس قدر غمگیں کیوں ہیں؟ حضرت والا نے جواب میں فرمایا کہ گھر سے خط آیا ہے کہ میری بڑی ہمشیرہ کا انتقال ہو گیا ہے، اس وجہ سے طبیعت **غمگین** ہے۔ شاگردوں نے حضرت والا سے عرض کیا کہ آج ہم سبق نہیں پڑھیں گے، حضرت نے فرمایا کہ میں سبق پڑھانے کے لیے آیا ہوں، آپ اندازہ لگائیں کہ بڑی بہن کا انتقال ہو گیا لیکن اظہارِ غم کے لیے یہ نہیں کیا کہ محفل جما کر بیٹھ گئے، بلکہ غم بھی ہو رہا ہے اور ساتھ ساتھ کام کرنے کے لیے تشریف بھی لے آئے۔ جب

شاگردوں نے سبق نہ پڑھنے پر زیادہ اصرار کیا تو آپ نے بھی ان کو سبق پڑھنے پر مجبور نہیں فرمایا، اس کے بعد ان طلبہ نے عرض کیا کہ آج ہم اس گھنٹے میں کچھ قرآن کریم کی تلاوت کر کے مرحومہ کو ایصالِ ثواب کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ میں چند شرطوں کے ساتھ اس کی اجازت دیتا ہوں، اگر تم ان شرائط کی پابندی کر سکو تو ٹھیک ہے ورنہ رہنے دو۔

پہلی شرط یہ ہے کہ تم سب اکھٹے ہو کر قرآن شریف مت پڑھنا بلکہ ہر شخص انفرادی طور پر قرآن کریم کی تلاوت کرے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ جو شخص جتنا آسانی کے ساتھ پڑھ سکے وہ اتنا پڑھ کر ایصال ثواب کر دے، اگر ایک پارہ پڑھنا ممکن ہو تو ایک پارہ پڑھ لے، آدھا پارہ پڑھ سکتا ہو تو آدھا پارہ پڑھ لے، ایک پاؤ پڑھ سکتا ہو تو ایک پاؤ پڑھ لے، ورنہ کم از کم تین مرتبہ سورۃ اخلاص ہی پڑھ لے، قرآن کریم ختم کرنا کوئی ضروری نہیں۔

تیسری شرط یہ ہے کہ جب تم پڑھ کر ایصال ثواب کرلو تو کوئی طالب علم مجھے آکر یہ نہ بتائے کہ حضرت! میں نے آپ کی ہمشیرہ کے لیے اتنا قرآن شریف پڑھا ہے، مجھے بتانے کی ضرورت نہیں۔اس لیے کہ اگر تم مجھے بتانے کی نیت سے پڑھو گے تو اس میں خلوص کہاں رہے گا؟ بلکہ اس صورت میں تم اپنے آپ پر جبر کر کے زیادہ پارے پڑھو گے، اس لیے کہ دل میں یہ خیال آئے گا کہ اگر ہم نے ایک پارہ پڑھ کر حضرت والا کو بتایا کہ ایک پارہ پڑھا ہے تو حضرت کہیں گے کہ بس ایک ہی پارہ پڑھا ہے؟ بس ہم سے اتنی ہی محبت تھی؟ اس لیے ہر طالب علم جبر کر کے زیادہ سے زیادہ پڑھنے کی کوشش کرے گا جس کی وجہ سے اس میں خلوص باقی نہیں رہے گا، اور جب خلوص نہیں ہوگا تو پڑھنے کا ثواب کیا ملے گا؟ لیکن جب یہ پابندی لگادی کہ مجھے کوئی آکر نہ بتائے تو اب جو طالب علم جتنا بھی قرآن شریف پڑھے گا وہ خلوص سے پڑھے گا، اور خلوص کے ساتھ تین مرتبہ سورتِ اخلاص پڑھنا بغیر خلوص کے پورا قرآن شریف پڑھنے سے یقیناً بہتر ہے۔

لہٰذا اگر ہم بھی یہ تین شرطیں اپنالیں تو ہماری یہ قرآن خوانی بھی درست ہو سکتی ہے، ہماری مروّجہ قرآن خوانی میں یہ تینوں قباحتیں موجود ہیں، جس کی وجہ سے اس کے اندر نہ سنت کا نور ہے اور نہ خلوص کی

روح ہے۔ بعض مرتبہ ثواب کے بجائے الٹا گناہ کا اندیشہ ہو جاتا ہے، لہٰذا ہمیں بھی یہ شرطیں یاد رکھنی چاہیے اور آئندہ ان پر عمل کرنا چاہیے، نہ پورا قرآن شریف ختم کرنے کو اپنے اوپر لازم کریں اور نہ جمع ہونے کی پابندی کریں، بلکہ ہر آدمی اپنے طور پر اپنی جگہ جتنا ہو سکے قرآن شریف پڑھ کر ایصال ثواب کر دیا کرے۔
(کتاب: مروّجہ قرآن خوانی کی شرعی حیثیت)

تعزیت میں میت کے لیے ایصالِ ثواب کا حکم:

تعزیت کرتے وقت میت کے لیے ایصالِ ثواب کرنا جائز بلکہ بہتر اور مفید ہے، اس لیے کسی بدعت اور ناجائز عمل کا ارتکاب کیے بغیر کسی بھی وقت اور کسی بھی جگہ ایصالِ ثواب کیا جاسکتا ہے، جیسے:

- میت کے لواحقین کے ہاں جائے بغیر ایصالِ ثواب کر لیا جائے تب بھی درست ہے۔
- میت کے ہاں جا کر ایصالِ ثواب کر لیا جائے تب بھی درست ہے۔
- تدفین سے پہلے بھی ایصالِ ثواب درست ہے اور تدفین کے بعد بھی۔
- قبرستان میں بھی ایصالِ ثواب درست ہے اور قبرستان کے باہر بھی۔
- تعزیت کرتے وقت بھی ایصالِ ثواب درست ہے اور کسی اور وقت میں بھی درست ہے۔

البتہ چوں کہ آجکل اس میں بھی متعدد بدعات اور خرابیاں شامل ہو چکی ہیں، اس لیے ان خرابیوں سے اجتناب کرتے ہوئے ایصالِ ثواب کرنا چاہیے۔

فقہی عبارات

- ردالمحتار:

صَرَّحَ عُلَمَاؤُنَا فِي «بَابِ الْحَجِّ عَنِ الْغَيْرِ» بِأَنَّ لِلْإِنْسَانِ أَنْ يَجْعَلَ ثَوَابَ عَمَلِهِ لِغَيْرِهِ صَلَاةً أَوْ صَوْمًا أَوْ صَدَقَةً أَوْ غَيْرَهَا كَذَا فِي «الْهِدَايَةِ»، بَلْ فِي زَكَاةِ «التَّتَارْخَانِيَّة» عَنِ «الْمُحِيطِ»: الْأَفْضَلُ لِمَنْ يَتَصَدَّقُ نَفْلًا أَنْ يَنْوِيَ لِجَمِيعِ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ؛ لِأَنَّهَا تَصِلُ إِلَيْهِمْ وَلَا يَنْقُصُ مِنْ

أَجْرِهِ شَيْءٌ اه هُوَ مَذْهَبُ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ ..... وَأَمَّا عِنْدَنَا فَالْوَاصِلُ إِلَيْهِ نَفْسُ الثَّوَابِ. وَفِي «الْبَحْرِ»: مَنْ صَامَ أَوْ صَلَّى أَوْ تَصَدَّقَ وَجَعَلَ ثَوَابَهُ لِغَيْرِهِ مِن الْأَمْوَاتِ وَالْأَحْيَاءِ جَازَ، وَيَصِلُ ثَوَابُهَا إِلَيْهِمْ عِنْدَ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ كَذَا فِي «الْبَدَائِعِ»، ثُمَّ قَالَ: وَبِهَذَا عُلِمَ أَنَّهُ لَا فَرْقَ بَيْنَ أَنْ يَكُونَ الْمَجْعُولُ لَهُ مَيِّتًا أَوْ حَيًّا. وَالظَّاهِرُ أَنَّهُ لَا فَرْقَ بَيْنَ أَنْ يَنْوِيَ بِهِ عِنْدَ الْفِعْلِ لِلْغَيْرِ أَوْ يَفْعَلَهُ لِنَفْسِهِ ثُمَّ بَعْدَ ذَلِكَ يَجْعَلُ ثَوَابَهُ لِغَيْرِهِ؛ لِإِطْلَاقِ كَلَامِهِمْ، وَأَنَّهُ لَا فَرْقَ بَيْنَ الْفَرْضِ وَالنَّفَلِ. اه وَفِي «جَامِعِ الْفَتَاوَى»: وَقِيلَ: لَا يَجُوزُ فِي الْفَرَائِضِ اه ..... قُلْت: لَكِنْ سُئِلَ ابْنُ حَجَرٍ الْمَكِّيُّ عَمَّا لَوْ قَرَأَ لِأَهْلِ الْمَقْبَرَةِ الْفَاتِحَةَ هَلْ يُقْسَمُ الثَّوَابُ بَيْنَهُمْ أَوْ يَصِلُ لِكُلٍّ مِنْهُمْ مِثْلُ ثَوَابِ ذَلِكَ كَامِلًا؟ فَأَجَابَ بِأَنَّهُ أَفْتَى جَمْعٌ بِالثَّانِي، وَهُوَ اللَّائِقُ بِسَعَةِ الْفَضْلِ. (مَطْلَبٌ فِي الْقِرَاءَةِ لِلْمَيِّتِ وَإِهْدَاءُ ثَوَابِهَا لَهُ)

- الہدایہ:

الْأَصْلُ فِي هَذَا الْبَابِ أَنَّ الْإِنْسَانَ لَهُ أَنْ يَجْعَلَ ثَوَابَ عَمَلِهِ لِغَيْرِهِ صَلَاةً أَوْ صَوْمًا أَوْ صَدَقَةً أَوْ غَيْرَهَا عِنْدَ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ؛ لِمَا رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَنَّهُ ضَحَّى بِكَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ أَحَدَهُمَا عَنْ نَفْسِهِ وَالْآخَرَ عَنْ أُمَّتِهِ مِمَّنْ أَقَرَّ بِوَحْدَانِيَّةِ اللهِ تَعَالَى وَشَهِدَ لَهُ بِالْبَلَاغِ، جَعَلَ تَضْحِيَةَ إِحْدَى الشَّاتَيْنِ لِأُمَّتِهِ. (باب الحج عن الغير)

- ردالمحتار:

قُلْت: وَقَوْلُ عُلَمَائِنَا لَهُ أَنْ يَجْعَلَ ثَوَابَ عَمَلِهِ لِغَيْرِهِ يَدْخُلُ فِيهِ النَّبِيُّ ﷺ فَإِنَّهُ أَحَقُّ بِذَلِكَ حَيْثُ أَنْقَذَنَا مِنَ الضَّلَالَةِ، فَفِي ذَلِكَ نَوْعُ شُكْرٍ وَإِسْدَاءُ جَمِيلٍ لَهُ، وَالْكَامِلُ قَابِلٌ لِزِيَادَةِ الْكَمَالِ. وَمَا اسْتَدَلَّ بِهِ بَعْضُ الْمَانِعِينَ مِنْ أَنَّهُ تَحْصِيلُ الْحَاصِلِ؛ لِأَنَّ جَمِيعَ أَعْمَالِ أُمَّتِهِ فِي مِيزَانِهِ. يُجَابُ عَنْهُ بِأَنَّهُ لَا مَانِعَ مِنْ ذَلِكَ، فَإِنَّ اللهَ تَعَالَى أَخْبَرَنَا بِأَنَّهُ صَلَّى عَلَيْهِ ثُمَّ أَمَرَنَا بِالصَّلَاةِ عَلَيْهِ، بِأَنْ نَقُولَ: اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ، وَاللهُ أَعْلَمُ. (مطلب في زيارة القبور)

- البحرالرائق:

وَظَاهِرُ إِطْلَاقِهِمْ يَقْتَضِي أَنَّهُ لَا فَرْقَ بين الْفَرْضِ وَالنَّفْلِ فإذا صلى فَرِيضَةً وَجَعَلَ ثَوَابَهَا لِغَيْرِهِ

فإنه يَصِحُّ لَكِنْ لَا يَعُودُ الْفَرْضُ في ذِمَّتِهِ؛ لِأَنَّ عَدَمَ الثَّوَابِ لَا يَسْتَلْزِمُ عَدَمَ السُّقُوطِ عن ذِمَّتِهِ، ولم أره مَنْقُولًا. (باب الحج عن الغير)

- ردالمحتار:

وَفِي «الْبَزَّازِيَّةِ»: وَيُكْرَهُ اتِّخَاذُ الطَّعَامِ فِي الْيَوْمِ الْأَوَّلِ وَالثَّالِثِ وَبَعْدَ الْأُسْبُوعِ، وَنَقْلُ الطَّعَامِ إلَى الْقَبْرِ فِي الْمَوَاسِمِ، وَاتِّخَاذُ الدَّعْوَةِ لِقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ وَجَمْعُ الصُّلَحَاءِ وَالْقُرَّاءِ لِلْخَتْمِ أَوْ لِقِرَاءَةِ سُورَةِ الْأَنْعَامِ أَو الْإِخْلَاصِ. وَالْحَاصِلُ أَنَّ اتِّخَاذَ الطَّعَامِ عِنْدَ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ لِأَجْلِ الْأَكْلِ يُكْرَهُ. وَفِيهَا مِنْ كِتَابِ الِاسْتِحْسَانِ: وَإِنْ اتَّخَذَ طَعَامًا لِلْفُقَرَاءِ كَانَ حَسَنًا اهـ وَأَطَالَ فِي ذَلِكَ فِي «الْمِعْرَاجِ» وَقَالَ: وَهَذِهِ الْأَفْعَالُ كُلُّهَا لِلسُّمْعَةِ وَالرِّيَاءِ فَيُحْتَرَزُ عَنْهَا؛ لِأَنَّهُمْ لَا يُرِيدُونَ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ تَعَالَى. (مطلب فِي الثَّوَاب عَلَى المصيبة)

- ردالمحتار:

فَالْحَاصِلُ أَنَّ مَا شَاعَ فِي زَمَانِنَا مِنْ قِرَاءَةِ الْأَجْزَاءِ بِالْأُجْرَةِ لَا يَجُوزُ؛ لِأَنَّ فِيهِ الْأَمْرَ بِالْقِرَاءَةِ وَإِعْطَاءَ الثَّوَابِ لِلْآمِرِ وَالْقِرَاءَةَ لِأَجْلِ الْمَالِ؛ فَإِذَا لَمْ يَكُنْ لِلْقَارِئِ ثَوَابٌ لِعَدَمِ النِّيَّةِ الصَّحِيحَةِ فَأَيْنَ يَصِلُ الثَّوَابُ إلَى الْمُسْتَأْجِرِ؟ وَلَوْلَا الْأُجْرَةُ مَا قَرَأَ أَحَدٌ لِأَحَدٍ فِي هَذَا الزَّمَانِ بَلْ جَعَلُوا الْقُرْآنَ الْعَظِيمَ مَكْسَبًا وَوَسِيلَةً إلَى جَمْعِ الدُّنْيَا -إنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إلَيْهِ رَاجِعُونَ- اهـ.

(مَطْلَبٌ فِي الِاسْتِئْجَارِ عَلَى الْمَعَاصِي)

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

جُمادی الاُولیٰ 1442ھ/ جنوری 2021

03362579499